توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم

(فرمودہ ۲ جون ۱۹۲۹ء بمقام قادیان)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں پھر دوبارہ اس تحریک پر عمل کرنے کی توفیق عطا کی جو میں سمجھتا ہوں آہستہ آہستہ ملک کے امن اور اس میں صلح کے قیام کا موجب ہوگی۔ میں نے پچھلے سال اس مہینہ میں گو اسی تاریخ تو نہیں' اسی موقع پر ان جلسوں کی غرض بیان کی تھی جو کہ ایک ہی دن میں سارے ہندوستان میں اور ہندوستان کے باہر بھی اس غرض سے منعقد کئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے مبارک حالات بیان کئے جائیں۔ میں نے بتایا تھا کہ اس قسم کے جلسے علاوہ اس کے کہ ان کے ذریعہ ایک عظیم الشان تاریخی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ مختلف قوموں میں صلح اور آشتی کا موجب ہونگے۔ اس سال بعض ہندو لیڈروں کی طرف سے سوال کیا گیا کہ آیا ان کے بزرگوں کے حالات بیان کرنے کے لئے جلسے کئے جائیں تو ہماری جماعت ان جلسوں میں اسی رنگ میں شریک ہوگی۔ جس طرح وہ شریک ہو رہے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں یہی کہا کہ ان جلسوں کی غرض جب یہ بھی ہے کہ مختلف اقوام میں اتحاد اور رابطہ پیدا کیا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ جب دوسری اقوام ان بزرگوں کے حالات بیان کرنے کے لئے جلسے کریں جنہوں نے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیئے' تو ہماری جماعت کے لوگ ان جلسوں میں شامل نہ ہوں۔ ہماری جماعت کے لوگ بڑی فراخ دلی اور پورے وسعت حوصلہ اور بڑے شوق سے ان میں شامل ہونگے۔ میں نے گزشتہ سال کے جلسہ پر جو تقریر کی' اس میں مثال کے طور پر بیان کیا تھا کہ جب میں شملہ گیا تو وہاں ایک جلسہ

برہمو سماج کا ہوا جس میں شمولیت کے لئے مسز نائیڈو نے مجھے بھی دعوت دی اور میں اس میں شامل ہوا۔ مجھے تقریر کے لئے بھی کہا گیا لیکن چونکہ تمام کے تمام حاضرین انگریزی سمجھنے والے تھے' اور بہت قلیل التعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اردو سمجھ سکتے تھے اور مجھے انگریزی میں تقریر کرنے کا ملکہ نہ تھا' اس مجبوری کی وجہ سے میں تقریر نہ کر سکا ورنہ میں نے کہہ دیا تھا کہ تقریر کروں گا۔ چونکہ ابھی تک اس قسم کے جلسوں کی اہمیت کو نہیں سمجھا گیا' اس لئے پوری طرح ان پر عمل نہیں شروع ہوا۔ لیکن جب بھی ایسے جلسے کئے گئے اور حضرت کرشن' حضرت رامچندر یا اور بزرگوں کے حالات بیان کئے گئے۔ انہوں نے دنیا میں جو اصلاحیں کی ہیں' وہ پیش کی گئیں۔ انہوں نے خود تکلیفیں اٹھا کر دوسروں کو جو آرام پہنچایا' ان کے لئے جلسے کئے گئے تو کوئی احمدی نہ ہو گا جو شوق اور محبت سے ان میں شامل نہ ہو گا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ انبیاء کا ذکر انبیاء کے طور پر کیا جائے اور قومی مصلحین کا ذکر اسی رنگ میں ہو گا نہ کہ انبیاء کے رنگ میں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہر قوم کی طرف سے اپنے مذہبی بزرگوں کے متعلق اس قسم کے جلسے ہوں تو وہ بھی یقیناً ہمارے ان جلسوں کو بہت پر لطف اور بہت دلچسپ بنا دیں گے۔ کیونکہ اس طرح آپس میں بہت زیادہ تعاون کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور جس قدر محنت اور کوشش ہمیں اب ان جلسوں کے انعقاد کے متعلق کرنی پڑتی ہے' اس وقت اتنی نہ کرنے پڑے گی۔ جب دیگر مذاہب کے لوگ دیکھیں گے کہ ان کے جلسوں میں ہر جگہ ہماری جماعت کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ محبت اور شوق سے ان کے بزرگوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ کُھلے دل سے ان کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں' تو یقیناً ہمارے جلسوں میں ان کی شمولیت پہلے سے بہت زیادہ ہو گی اور بہت زیادہ اخلاص اور محبت سے ہو گی۔ مجھے اس بات سے نہایت خوشی ہے کہ اس سال گزشتہ سال کی نسبت زیادہ جلسے ہو رہے ہیں۔ پچھلے سال ہندوستان کے مختلف مقامات کے لوگوں نے پانچ سو جلسے کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس سال ۱۹ سو سے زیادہ جلسوں کے وعدے آچکے ہیں۔ پچھلے سال ایک ہزار کے قریب جلسے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ لگا کر کہا جا سکتا ہے کہ اس سال چار پانچ ہزار جگہ لوگ اس مبارک تقریب پر جمع ہونگے۔ انسانی آنکھ دور تک نہیں دیکھ سکتی اور میری آنکھ بھی اس نظارہ کو نہیں دیکھ سکتی جو سارے ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی آج رونما ہے۔ لیکن خدا نے جو روحانی آنکھ پیدا کی ہے' اس سے میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں' اس سے دل خوشی سے بھرتا جا رہا ہے اور نظر آرہا ہے کہ یہی جلسے ایک دن

فتنہ و فساد کو مٹا کر امن و اتحاد کی صحیح بنیاد قائم کر دیں گے۔ اس سال نہ صرف یہ کہ جلسے گزشتہ سال کی نسبت زیادہ منعقد ہونگے بلکہ پہلے سے زیادہ مقتدر اور معزز لوگوں نے ان میں حصہ لینے کا وعدہ کیا ہے۔ کل ہی کلکتہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مسٹر سین گپتا نے جو کلکتہ کے نہایت معزز آدمی ہیں، شمولیت کا وعدہ کیا ہے۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے اشتہار میں اپنے نام لکھائے ہیں۔ بہت سی اعلیٰ طبقہ کی خواتین نے بھی جلسہ میں شریک ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ پچھلے سال تو بنگال کی ایک مشہور خاتون نے جو ایم۔ اے ہیں، اس بات پر اظہار افسوس کیا تھا کہ ہمارے طبقہ کو ان جلسوں میں زیادہ حصہ لینے کا موقع کیوں نہ دیا گیا۔ اسی طرح اور مقامات کے معززین کے متعلق بھی اطلاعات موصول ہو چکی ہیں کہ انہوں نے جلسہ کے اعلانات میں اپنے نام لکھائے، شمولیت جلسہ کے وعدے کئے اور ہر طرح جلسہ کو کامیاب بنانے میں امداد دی۔

اس تمہید کے بعد میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں جو اس سال کے جلسوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ پچھلے سال رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تین پہلوؤں کو لیا گیا تھا۔ اور میں نے بھی ان پر اظہار خیالات کیا تھا۔ اس سال ان کے علاوہ دو اور پہلو تجویز کئے گئے ہیں اور وہ یہ کہ۔

(۱) توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور اس پر زور۔

(۲) غیر مذاہب کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور تعامل۔

گو دوسرے مقامات پر یہی طریق رکھا گیا ہے کہ مختلف مضامین پر مختلف لوگ اظہارِ خیالات کریں۔ لیکن اس مقام (قادیان) کے مخصوص حالات کی وجہ سے پچھلے سال بھی یہی طریق تھا کہ تینوں مضامین پر میں نے ہی اظہار خیالات کیا تھا اور اب بھی یہی ارادہ ہے کہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ دونوں مضامین پر میں ہی بولوں گا۔

مجھے افسوس ہے کہ اس تقریب کی اہمیت کے لحاظ سے جتنا لمبا کلام اور جس طرز کا کلام ہونا چاہئے تھا بوجہ بیماری اور کھانسی میں اتنا لمبا بیان نہیں کر سکوں گا اس لئے مجبوراً اختصار کے ساتھ اہم پہلو لے کر اظہار خیالات کروں گا۔ میں سب سے پہلے توحید کی اہمیت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں میں یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ توحید کے متعلق مختلف مذاہب میں اصولی اختلاف پایا جاتا ہے مسلمان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کئی مذاہب ایسے ہیں جو توحید کے قائل

نہیں' مگر یہ درست نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ توحید کی تفصیل اور تشریح میں اختلاف ہو مگر اصولی طور پر تمام مذاہب کے لوگ توحید کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ جن مذاہب کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ وہ توحید کے خلاف ہیں' وہ بھی دراصل توحید کے قائل ہیں۔ میں نے ہندوؤں' سکھوں' یہودیوں' زرتشتیوں' عیسائیوں' بدھوں کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اسلام تو ہے ہی اپنا مذہب' اس کا مطالعہ سب سے زیادہ کیا ہے۔ ان سب کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ساری اقوام اور تمام مذاہب توحید کے لفظ پر جمع ہیں اور سب کے سب اس کے قائل ہیں۔ عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ عیسائی توحید کے قائل نہیں۔ مگر میں نے عیسائیوں کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ مسلمان توحید کے قائل نہیں۔ توحید کے اصل قائل ہم (عیسائی) ہیں۔ اسی طرح میں نے ہندوؤں کی کتب میں پڑھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو توحید کے قائل اور دوسروں کو اس کے خلاف بتاتے ہیں۔ یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے۔ اس سے کم از کم یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ لفظ توحید کے سب قائل ہیں۔ باقی تشریحات میں اختلاف ہے۔ اور جب کوئی قوم خود اقرار کرتی ہو کہ وہ توحید کی قائل ہے تو پھر اس کے متعلق یہ کہنا کہ قائل نہیں' درست نہیں ہو سکتا اور سب اقوام اور سب مذاہب کے لوگوں کا توحید کا قائل ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ مسئلہ باقی دنیا کی نظر میں بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ اپنی ایک ہی غرض پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ بندوں کا خدا سے تعلق پیدا کرنا۔ خواہ اس ہستی کا نام خدا رکھ لیا جائے یا گاڈ (GOD) یا پرمیشور یا ایزد' اس سے بندہ کا تعلق پیدا کرنا مذہب کی غرض ہے۔ اب صاف بات ہے کہ اگر کوئی مذہب توحید پر قائم نہ ہو تو یقیناً وہ اپنے پیروؤں کو اور طرف لے جائے گا۔ اور اس کا پیرو اس مقصد کے حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا جو مذہب کا ہے۔ جب تک ایک نقطہ نہ ہو جس پر پہنچنا مقصود ہو' اس وقت تک تمام کوششیں بے کار جاتی ہیں۔ اور ساری اقوام اس پر متفق ہیں کہ ایک ہی نقطہ ہے جس تک سب کو پہنچنا ہے۔ بعض قومیں گو بتوں کو پوجتی ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہتی ہیں کہ ہم بتوں کی اس لئے پوجا کرتی ہیں کہ وہ خدا تک ہمیں پہنچا دیں۔ غرض ہر مذہب والا اپنے مذہب کی غرض خدا تک پہنچنا قرار دیتا ہے اور اگر کوئی خدا تک نہ پہنچے تو ہر مذہب والا سمجھے گا کہ وہ اصل مقصد کے پانے سے محروم رہ گیا۔ اس کے دوسرے لفظوں میں یہی معنی ہیں کہ جسے توحید کا راز معلوم نہ ہوا وہ محروم رہ گیا۔ میں نے جیسا کہ بتایا ہے' ایسے جلسوں کی

غرض مختلف اقوام میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا ہے۔ اس لئے میں ایسے رنگ میں اپنا مضمون بیان کروں گا کہ کسی پر حملہ نہ ہو بلکہ ہمارا مذہب جو کچھ بتاتا ہے' اسے پیش کیا جائے۔ ہمارا عقیدہ اور مذہب ہے کہ دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں وہ سب کے سب خدا کی طرف سے قائم کیئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نہ کوئی نبی' اوتار' رشی اور منی نہ گذرا ہو۔ یہ بات آپ نے اپنے پاس سے نہیں لکھی بلکہ قرآن کریم میں یہ بتایا گیا ہے رسول کریم ﷺ کا یہی خیال تھا اور پُرانے آئمہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ اس عقیدہ کی موجودگی میں یہ کہنا کہ توحید پہلے نہ تھی بلکہ رسول کریم ﷺ لائے تھے' قرآن کریم کی تردید کرنا ہے۔ جب قرآن بتاتا ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے تو یقیناً ہر قوم میں توحید بھی قائم ہوئی۔ اگر آج کسی قوم میں توحید نہیں یا رسول کریم ﷺ جس وقت مبعوث ہوئے' اُس وقت نہ تھی تو اِس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ اس وقت وہ قوم توحید سے تہی دست ہو چکی تھی' نہ یہ کہ اس قوم میں جو نبی آیا اس نے توحید کی تعلیم نہ دی تھی۔ پس ہر وہ مذہب جو خدا تعالیٰ کو مانتا ہے اس میں توحید کی تعلیم دی گئی۔ ہاں اس پر سب اقوام متفق ہیں کہ جس زمانہ میں رسول کریم ﷺ آئے' اس وقت توحید مٹ چکی تھی۔ چنانچہ ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس وقت دنیا میں بڑی خرابی پیدا ہو چکی تھی' مذہبی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ عیسائیوں کی کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ کہ اس وقت شرک پھیل چکا تھا۔ اور لکھا ہے کہ اسلام کی اشاعت اور ترقی کی وجہ ہی یہ ہوئی کہ عیسائی قوم سے توحید جاتی رہی تھی۔ عیسائیوں نے اسلام میں توحید دیکھ کر اسے قبول کر لیا۔ یہی بات زرتشتی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں چونکہ زرتشتی لوگ توحید چھوڑ چکے تھے' انہیں مسلمانوں کی پیش کردہ توحید پسند آگئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ غرض یہ سب مذاہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس وقت شرک پھیل گیا تھا' دنیا میں توحید نہ رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے اس زمانہ میں پیدا ہو کر ایسے مقام میں پیدا ہو کر جو توحید سے بالکل ناواقف تھا' وہاں کوئی مذہب ہی نہ تھا' کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس کے متعلق کہا جاتا ہو کہ خدا کی طرف سے ملی ہے۔ بلکہ وہ لوگ سمجھتے تھے' ہمارے بزرگ جو بات کہہ گئے وہی مذہب ہے۔ حالانکہ مذہب وہی کہلا سکتا ہے جس کے ماننے والوں کے پاس ایسی کتاب ہو' جس کے متعلق ان کا اعتقاد ہو کہ پرمیشور یا خدا نے نازل کی ہے۔ غرض رسول کریم ﷺ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جس کا کوئی مذہب نہ تھا۔ وہ نہ وید کو

الہامی مانتی تھی نہ توریت کو، نہ انجیل کو نہ ژند کو۔ ایسے ملک اور ایسی قوم میں پیدا ہو کر رسول کریم ﷺ نے توحید کو ایسے کامل اور ایسے اعلیٰ رنگ میں پیش کیا کہ آپ کے مخالف بھی اس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔

پہلی چیز جو توحید کے قیام کے لئے رسول کریم ﷺ نے پیش فرمائی، وہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کے متعلق دنیا نے اب بھی نہیں سمجھا کہ اس کا توحید سے کیا تعلق ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اعلان کیا کہ ساری دنیا میں نبی آتے رہے ہیں۔ بظاہر اس امر کا توحید سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا مگر حقیقت یہ ہے کہ بغیر اس امر کو تسلیم کرنے کے توحید ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ بغیر یہ ماننے کے کہ مصر، ایران، ہندوستان، چین، جاپان، یورپ، امریکہ میں خدا نے نبی پیدا کئے، توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ رسول کریم ﷺ نے آکر اس پر بڑا زور دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے **اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ**[1] کہ کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں خدا کا کوئی نبی نہ آیا ہو۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا**[2] کہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا اس کے ساتھ ہی توحید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے **اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ** ہم نے رسول اس لئے بھیجے کہ وہ لوگوں کو سکھائیں اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ سے بچو۔

پس رسول کریم ﷺ نے دنیا میں یہ نظریہ پیش کیا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ہم میں ہی صداقت آئی، باقی ساری دنیا کو خدا نے چھوڑے رکھا تھا۔ حق یہ ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں نبی اور رسول نہ آئے ہوں۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کس طرح اس بات کا توحید سے تعلق ہے۔ جب کوئی قوم یہ خیال رکھے کہ ہمارے اندر ہی خدا نے نبی یا اوتار بھیجے، دوسری اقوام میں نہیں بھیجے تو اس سے یہ بھی خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارا خاص خدا ہے جو دوسروں کا خدا نہیں اور یہ خیال جب ہر ایک قوم میں پیدا ہو جائے گا تو دنیا میں قومی خداؤں کا احساس پایا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے متعلق یہ وسیع نظریہ کہ ایک ہی خدا سب کا خالق ہے پیدا نہ ہو گا۔ ہر قوم یہ محدود خیال رکھے گی کہ ایک ایسا خدا ہے جو ہماری قوم کا خدا ہے، باقیوں کو اس نے چھوڑ رکھا ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے متعلق محدود خیال پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم میں مصلح آئے۔ ہندوؤں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دوسروں کی بھلائی اور بہتری کی خاطر اپنے آپ پر مصائب کے پہاڑ گرا لئے،

تکالیف کے بھنور میں پڑ کر ڈوبتی ہوئی دنیا کو ترا لیا۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایسے انسان پیدا ہوئے جن کی زندگیاں خلق خدا کی خدمت کے لئے وقف تھیں۔ دنیا کی اور اقوام میں بھی یہی بات نظر آتی ہے کہ جب جب ان کی دینی اور روحانی حالت خراب ہوئی۔ خدا کی طرف سے ان میں ایسے انسان پیدا کئے گئے جنہوں نے ان کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ پس جب سب اقوام میں ایک ہی قسم کے فساد کے وقت ایک ہی قسم کا علاج کیا گیا تو کیوں نہ مانا جائے کہ ایک ہی ہستی کی طرف سے یہ سارے انسان بھیجے گئے تھے اور جب یہ خیال کیا جائے تو کسی انسان کے ذہن میں قومی خدا کا تصور نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ خدا کا ہماری قوم کے ساتھ ہی تعلق رہا ہے کسی اور کے ساتھ نہیں رہا۔ ہم میں جب خرابی پیدا ہوئی' اس وقت اس نے اپنا کوئی پیارا بھیج دیا۔ مگر کسی اور قوم میں نہ بھیجا اس سے ایک قومی خدا کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف اقوام اپنا اپنا خدا الگ سمجھتی اور کہتی ہیں ہمارا خدا ایسا ہے اور فلاں قوم کا خدا ایسا۔ حتیٰ کہ یہاں تک بھی لکھ دیا گیا کہ ہمارے خدا نے فلاں قوم کے خدا پر فتح پائی۔ گویا اپنے جیتنے کو انہوں نے اپنے خدا کا دوسروں کے خدا پر جیتنا قرار دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے انہوں نے سمجھا نہیں کہ ہر قوم میں مصلح آتے رہے ہیں اور ہر قوم کی ہدایت کے سامان خدا تعالیٰ کرتا رہا ہے۔ اس بات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی توحید کے خلاف سخت جھگڑا کرتے رہے ہیں۔ لیکن اگر یہ سمجھ لیں کہ ہر قوم میں نبی اور مصلح آتے رہے ہیں۔ تو ان میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ سب کا ایک ہی خدا ہے گو اس کے نام مختلف رکھ لئے گئے ہیں۔ اب تو ناموں کی وجہ سے بھی الگ الگ خدا سمجھے جاتے ہیں۔ بچپن کا ایک واقعہ ابھی تک مجھے یاد ہے ایک لڑکے نے مجھ سے باتیں کرتے کرتے کہا ہندوؤں کا خدا کیسا خدا ہے۔ میں نے کہا جو ہمارا خدا ہے وہی ان کا خدا ہے۔ کہنے لگا یہ کس طرح ہو سکتا ہے ان کا خدا تو پرمیشور ہے۔ میں نے کہا خدا تو وہی ہے' ہندوؤں نے نام اور رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا۔

دراصل بات وہی ہے جو مثنوی والے نے لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے چار فقیر تھے جو مانگتے پھرتے تھے۔ کسی نے انہیں ایک سکہ دے کر کہا جاؤ جو چیز کھانے کو جی چاہے جا کر خرید لو۔ ایک نے کہا ہم انگور لیں گے دوسرے نے کہا انگور نہیں عِنَب لیں گے۔ تیسرے نے کہا داکھ لیں گے۔ چوتھے نے ترکی زبان کا ایک لفظ استعمال کیا کہ وہ لیں گے۔ اس پر ان کا جھگڑا ہو گیا۔

ہر ایک کہنے لگا جو چیز میں کہتا ہوں وہ خریدو۔ وہ جھگڑ ہی رہے تھے کہ ایک شخص پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا کیوں لڑتے ہو۔ ہر ایک نے اپنا قصہ سنایا۔ وہ چاروں زبانیں جانتا تھا' بات سمجھ گیا۔ اس نے کہا آؤ میں سب کو اس کی پسند کی چیز خرید دیتا ہوں اس نے جا کر انگور خرید دیئے اور انہیں دیکھ کر سب خوش ہو گئے۔

اسی طرح قوموں نے ایک ہی خدا کے نام تو اپنی اپنی زبان میں رکھے تھے۔ لیکن حالت یہ ہو گئی کہ مختلف ناموں سے مختلف خدا سمجھے جانے لگے اور ہر قوم نے اپنا خدا علیحدہ قرار دے لیا اور یہ سمجھ لیا کہ خدا نے ہمارے لئے فلاں نبی یا رشی بھیجا اور باقی سب لوگوں کو چھوڑ دیا۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ سب کے لئے خدا نے نبی بھیجے۔ ان کے مختلف نام رکھ لینے سے ان میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ وہ سب سچے اور خدا کے پیارے تھے۔ غرض اس مسئلہ کو دنیا میں قائم کر کے رسول کریم ﷺ نے توحید کو مضبوط بنیاد پر قائم کر دیا۔

دوسرا مسئلہ جس کا تعلق لوگوں نے مسئلہ توحید سے نہیں سمجھا لیکن وہ بھی نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے وہ عالمگیر مذہب پیش کرنا ہے۔ جب مختلف مذاہب کے لوگوں میں خرابیاں پیدا ہو گئیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی اصل تعلیم کو چھوڑ چکے تو ان میں سے ہر ایک نے یہ خیال کر لیا کہ ہماری قوم ہی ہدایت پا سکتی ہے اور کوئی قوم اس نعمت سے مستفیض نہیں ہو سکتی۔ جب سب قومیں اپنی اپنی جگہ یہ سمجھی بیٹھی تھیں۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ ساری دنیا کے لئے ہدایت پانے کا رستہ خدا تعالیٰ نے کھلا رکھا ہے۔ چنانچہ اپنے مشن کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر آپ نے اعلان فرمایا کہ **یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا** [3] یہ نہیں کہ ہدایت کا دروازہ صرف عربوں کے لئے کھلا ہے باقی اقوام کے لئے نہیں۔ مجھے خدا نے رسول بنا کر ساری دنیا کے لئے بھیجا ہے اور سب اقوام ہدایت پا سکتی ہیں۔ اب غور کرو جب یہ خیال پیدا کیا جائے گا کہ سب کے لئے ہدایت کا دروازہ کھلا ہے تو سب کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ جاگزیں ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ خیال پیدا کیا جائے کہ صرف عربوں کے لئے ہدایت کا دروازہ کھلا ہے' ہندوستانیوں کے لئے یا ایرانیوں کے لئے یا چینیوں کے لئے نہیں تو پھر یہ خیال پیدا ہو گا کہ ان کا خدا کوئی اور ہے وہ خدا نہیں جو عربوں کا ہے۔ پس عالمگیر مذہب پیش کرنے سے توحید کا بہت بڑا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور یہی خیال رسول کریم ﷺ نے آ کر پیدا کیا ہے۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے ساری

دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کسی قوم کا انسان ہو' وہ میرے ذریعہ ہدایت پا سکتا ہے' روحانی مدارج طے کر سکتا ہے' اور خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح آپ نے قومی خدا کا خیال مٹا دیا اور اس کی بجائے عالمگیر خدا پیش کیا جس سے اصل توحید قائم ہوئی۔ چنانچہ آپ کی بعثت کے بعد تمام دنیا کے ادیان میں پھر توحید کی طرف رغبت پیدا ہو گئی اور پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

یہ تو مذہبی نقطۂ نگاہ تھا ان دو اصول کے ساتھ رسول کریم ﷺ نے توحید کے مسئلہ کو مضبوط کیا۔ یوں کہنے سے کہ خدا ایک ہے' لوگ نہ مان سکتے تھے جب تک ان کے دماغ میں ایسے احساسات نہ پیدا کئے جاتے کہ خدا تعالیٰ سب کا ہے اور سب کے لئے اس کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ بھی احساس پیدا کئے یہ تو مذہبی نقطۂ نگاہ تھا۔ ایک دنیوی نقطہ نگاہ سے بھی رسول کریم ﷺ نے اس مسئلہ کو پیش فرمایا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ **کمپیریٹو ریلیجن** (COMPARATIVE RELIGION) (یہ ایک نیا علم نکلا ہے کہ سب مذاہب کے اصول کو جمع کر دیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ مذاہب میں کتنی باتیں مشترک ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ سب مذاہب میں خدا کا خیال مشترک ہے) والوں نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ مذہب میں بھی اسی طرح ارتقا ہوتا چلا آیا ہے جس طرح دنیا میں۔ وہ کہتے ہیں ہر چیز میں آہستہ آہستہ ترقی ہوتی ہے۔ مذہب نے بھی آہستہ آہستہ ترقی کی ہے۔ جسے وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پہلے انسان خدا کو نہ مانتے تھے بلکہ عناصر کی پرستش کرتے تھے اور عناصر کو خدا کا ظلّ قرار دیتے تھے۔ جب انسانوں نے ترقی کی تو عناصر کی بجائے ارواح کو خدا کا ظلّ ماننے لگے اور اس طرح ترقی کرتے کرتے ایک خدا کے خیال پر قائم ہوئے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو نہیں منوایا بلکہ دنیا نے آہستہ آہستہ خدا کا کھوج نکال لیا۔ یہ ان میں سے ان لوگوں کا قول ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں جس طرح مٹی کا تیل انسانوں نے کوشش کرتے کرتے نکال لیا' وہ خود بخود نہ نکلا تھا۔ اسی طرح خدا تو موجود تھا مگر کسی کو معلوم نہ تھا۔ آخر ترقی کرتے کرتے اس کا پتہ لگا لیا گیا' وہ خود ظاہر نہ ہوا۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے قائل ہی نہیں وہ کہتے ہیں خدا کوئی نہیں۔ دنیا نے اپنی عقل سے ایک نقشہ تجویز کر لیا ہے جسے خدا کہا جاتا ہے۔ اس خیال کے لوگ یہ نہیں مانتے کہ کسی انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو سکتا ہے۔ ان کے نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کے متعلق عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے۔ کیونکہ ارتقاء کے مسئلہ کے رُو سے ماننا پڑتا ہے کہ دنیا نے آہستہ آہستہ ترقی کی لیکن توحید کے متعلق ساری ترقی آپ کے زمانہ میں مکمل ہو چکی تھی۔ آپ نے توحید کی جو تشریح فرمائی' اس کے بعد کوئی نئی تشریح آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد نہیں نکلی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ خیال انسانی کا ارتقاء آپ کی ذات میں آ کر مکمل ہوا اور دنیا کے لئے آپ ہی مقصد اعظم تھے۔ جب آپ مبعوث ہو گئے تو پھر توحید مکمل ہو گئی اور آپ نے توحید کی وہ تشریح پیش کر دی کہ اس کے بعد کسی اور تشریح کی ضرورت نہ رہی۔

میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے رِشی' مُنی اور رسول گزرے' انہوں نے توحید کو ناقص طور پر پیش کیا۔ کیونکہ توحید کو ناقص رنگ میں پیش کرنے والا نبی ہی نہیں ہو سکتا۔ جو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہو کر آیا' اس نے مکمل توحید پیش کی۔ مگر اپنے زمانہ کے لحاظ سے مکمل پیش کی۔ اگر مسئلہ ارتقاء کو تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت توحید کا نقطۂ کمال کو پہنچ گیا اور ہمیشہ کے لئے مکمل ہو گیا۔

علمی لحاظ سے مسئلہ توحید کی اہمیت

اب میں علمی لحاظ سے مسئلہ توحید کی اہمیت پیش کرتا ہوں۔

اول: علم سائنس میں بغیر توحید کے ترقی نہیں ہو سکتی۔ سائنس اس قانون کی دریافت کا نام ہے جو دنیا میں جاری ہے۔ مثلاً یہ کہ آگ جلاتی ہے پانی پیاس بجھاتا ہے۔ غرض خواص اشیاء جو ایک مقررہ رنگ میں چلتے ہیں' ان کا دریافت کرنا سائنس ہے۔ اب اگر آگ کسی اور خدا نے پیدا کی ہو' درخت کسی اور خدا نے' پہاڑ کسی اور نے' تو یہ چیزیں آپس میں موافقت نہیں رکھیں گے بلکہ ایک دوسری سے ٹکراتی رہیں گی۔ لیکن جب یہ تسلیم کیا جائے کہ پر میشور ایک ہی ہے اور سب چیزیں اسی کے ماتحت ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ سب کے لئے ایک ہی قانون جاری ہے۔ اور یہ بغیر ایک خدا کے ہو نہیں سکتا۔ اگر دنیا کی تمام اشیاء کے لئے ایک ہی ہستی قانون جاری کرنے والا نہیں تو پھر سائنس باطل ہے۔ اب پانی میں بجھانے اور آگ میں جلانے کی خاصیت ہے۔ اگر آگ پیدا کرنے والا خدا اور ہو اور پانی پیدا کرنے والا اور' اور وہ اپنی اپنی پیدا کردہ چیزوں کی خاصیتیں بدل دیں تو کیا کام چل سکتا ہے۔ مثلاً ایک خدا نے مگنیشیا اس لئے بنایا کہ جلاب لگائے اور دوسرے خدا نے معدہ ایسا بنایا کہ مگنیشیا کے اثر کو قبول کرلے۔

لیکن اگر وہ معدہ کی اس خاصیت کو بدل دے تو پھر خواہ کوئی کتنا مگنیشیا پئے جلاب ہی نہ لگیں گے۔ غرض بغیر توحید ماننے کے سائنس چل ہی نہیں سکتی اور نہ کوئی دنیا میں ترقی ہو سکتی ہے۔

دوم: بغیر توحید کے علم کی تحقیق کی جرأت بھی کسی کو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے کہ اور چیزوں میں بھی خدائی طاقتیں ہیں تو ان کی تحقیقات کرنے کی کیونکر جرأت کی جائے گی۔ مثلاً جو شخص کسی چیز کے متعلق یہ سمجھے کہ وہ بھی رب ہے' اسے چیرنے پھاڑنے کے لئے کس طرح تیار ہو سکے گا۔ لیکن جب یہ عقیدہ ہو کہ ایک ہی خدا ہے جس نے باقی سب چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں تو پھر انسان ان اشیاء کی تحقیقات کریں گے اور اس طرح علوم میں ترقی ہوگی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے توحید پر زور دینے کے بعد علوم میں اس قدر ترقی ہوئی جس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر ۱۳ سَو سال کے اندر اندر علوم نے اس قدر ترقی کی ہے کہ جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئی۔ یہ توحید کی وجہ سے ہی علوم نے ترقی کی۔ جب لوگوں نے یہ سمجھا کہ تمام چیزوں کا ایک ہی خدا ہے اور اس نے سب چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں تو اس سے علوم میں ترقی کرنے کے دروازے کھل گئے۔ ہر چیز کے متعلق تحقیقات شروع ہو گئی۔

ان پہلوؤں کے علاوہ جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے' رسول کریم ﷺ نے اور طرح بھی توحید کو قائم کیا ہے۔ یعنی اصولی طور پر توحید کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ توحید کو مان لو۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح مانو۔ اسی طرح آپ نے یہی نہیں فرمایا کہ شرک نہ کرو بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ کس طرح شرک نہ کرو اور کس طرح اس سے بچو۔ پھر آپ نے صرف یہ نہیں کہا کہ توحید کو مان لو بلکہ توحید کے دلائل دے کر کہا ہے کہ اسے مانو۔ اسی طرح آپ نے صرف یہی نہیں کہا کہ شرک نہ کرو بلکہ دلائل دے کر شرک کی بُرائی سمجھائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں شرک کے متعلق آتا ہے۔ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ** [۱۴] اس میں چار اقسام کا شرک پیش کر کے اس کا ردّ کیا گیا ہے۔ فرمایا شرک چار طرح کیا جا سکتا ہے۔

اول شرک احدیت کے لحاظ سے کہ خدا کی ذات ایسی کوئی اور ذات قرار دی جائے۔ یہ درست نہیں کیونکہ **هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** اللہ ایک ہی ہے' کوئی اس کا ہم پایہ نہیں۔

دوم یہ کہ صفات کے لحاظ سے خدا کا شریک مقرر کیا جائے۔ یہ بھی نادرست ہے۔

کیونکہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ صمد وہ ہے جس کی مدد کے بغیر کوئی چیز قائم نہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا سہارا اس کی صفات کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ یہ خیال کرنا شرک ہے کہ کوئی اور ہستیاں بھی ہیں جن کی مدد کے بغیر کوئی چیز زندہ اور قائم نہیں رہ سکتی۔ یا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

سوم یہ کہ کوئی خیال کرے خدا ایک زمانہ میں تھا مگر پھر فوت ہو گیا اور آگے اس کی اولاد چل پڑی۔ یہ بھی شرک ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ میں یہ نقص ماننا پڑتا ہے کہ وہ فنا ہو جاتا ہے۔ یہ ازلیت کے لحاظ سے شرک ہے۔

چہارم یہ کہ کسی کو خدا کا ہمسر ماننا بھی شرک ہے۔ یعنی یہ کہ کسی دوسرے کو خدا نے اپنی طاقتیں دے دیں اور وہ اس طرح خدا کے برابر ہو گیا۔ یہ بھی شرک ہے۔ یہ چار اقسام شرک کی ہیں۔ دنیا کے سارے شرک ان کے اندر آجاتے ہیں۔ پھر توحید کے متعلق فرمایا۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔[۵] کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وہ اپنی ذات میں زندہ ہے اور دوسروں کو زندہ رکھتا ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ پھر اس کے کاموں میں وقفہ نہیں پڑتا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے کاموں میں وقفہ پڑ جاتا ہے تو وہ بھی شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وقفہ ماننے کا یہ مطلب ہوا کہ اگر خدا کا تعلق دنیا سے نہ رہے تو بھی دنیا اپنے آپ چل سکتی ہے۔ تو فرمایا لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ کہ اسے نیند یا اونگھ کبھی نہیں آئی۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ہر ایک چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ انسان کو چاہئے ہر چیز کے متعلق یہی سمجھے کہ اس کا اصل مالک خدا ہی ہے اور کسی کا اختیار اس پر نہیں ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ پھر یہ بھی تسلیم کرے کہ بے شک دعائیں قبول کرنے کا سلسلہ خدا تعالیٰ نے جاری رکھا ہے۔ مگر یہ خیال نہ کرے کہ کوئی خدا سے کوئی بات زور سے منوا سکتا ہے۔ خدا خود کسی امر کے متعلق اجازت دے کہ لو اب مانگو۔ تو انسان مانگ سکتا ہے' ورنہ نہیں۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وہ جانتا ہے جو ہو چکا یا جو ہوگا۔ توحید کے لئے علم کامل ہونا بھی ضروری ہے

کیونکہ علم کامل کے بغیر تصرف کامل نہیں ہو سکتا۔ پس خدا تعالیٰ کے متعلق علم کامل کا ماننا ضروری ہے۔ وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ اور کوئی انسان خدا کے دیئے ہوئے علم کے بغیر کچھ نہیں حاصل کر سکتا۔ پس انسان سمجھے جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے۔ خدا ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ آگے فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اس کی کرسی ساری زمین اور آسمانوں پر چھا گئی۔ کرسی وہ مقام ہوتا ہے جہاں بیٹھ کر کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ذرّہ جو حرکت کرتا ہے' خدا کے تصرف کے ماتحت کرتا ہے۔ اس کے مانے بغیر بھی توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ آگے فرمایا وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وہ جو حفاظت کر رہا ہے اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا' ہمیشہ جاری رہے گی۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ باوجود اس کے کہ ہر ذرہ ذرہ سے اس کی قدرت ظاہر ہو رہی ہے' وہ اتنا بلند ہے کہ کوئی خود بخود اس کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اَلْعَظِيْمُ مگر وہ بلندی پر ہی نہیں کہ کوئی اس کی کُنہ تک نہ پہنچ سکے بلکہ وہ عظیم بھی ہے۔ قدرتوں کے ظہور سے اتنا روشن ہے کہ ہر شخص جو کوشش کرے' اسے پا سکتا ہے۔ ہر شخص بڑی جلدی اس تک پہنچ سکتا اور اس کا وصال حاصل کر سکتا ہے۔

پس بتایا کہ توحید کامل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کامل اتحاد اور وصال ہو جائے۔ جب کوئی خدا کو پالے' اس وقت اسے توحید کامل حاصل ہو گئی۔ گویا اتّصال کا نام ہی توحید ہے۔

یہ وہ توحید ہے جو رسول کریم ﷺ نے پیش کی ہے کہ اسی دنیا میں خدا سے ایسا وصل ہو جائے کہ انسان کا اپنا وجود مٹ جائے اور خدا ہی خدا باقی رہے۔

توحید کے معنی ہیں خدا تعالیٰ کو ایک بتانا اور ایک قرار دینا' یعنی اپنی زبان کے اقرار کے علاوہ اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کرنا کہ خدا ہی خدا ہے اور کچھ نہیں اگر خدا تعالیٰ کی مرضی سے انسان کی مرضی مطابقت نہیں رکھتی' اگر خدا تعالیٰ کے ارادوں سے انسان کے ارادے نہیں ملتے' تو وہ توحید کا سچا اقرار نہیں کرتا۔ اصل توحید یہ ہے کہ انسان اپنے وجود کو مٹا کر دکھاوے کہ خدا تعالیٰ ہی کی مرضی دنیا میں چلتی ہے۔

پھر رسول کریم ﷺ نے دلائل سے شرک کا ردّ فرمایا ہے۔ آپ نے شرک کے ردّ میں ایک دلیل یہ دی کہ کوئی چیز دنیا کی ایسی نہیں جو کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو۔ ہر ایک چیز دوسری کی محتاج ہے۔ آسمان سے پانی برستا ہے' اس کا تعلق سورج سے ہے۔ گرمی پانی کو بخارات بنا کر اُڑاتی ہے اور اس طرح بادل بنتے ہیں۔ پھر اس سے زمین کی گردش کا تعلق ہے۔

اسی طرح ہر چیز کا ایک سلسلہ چلتا ہے۔ دہلی میں ایک بزرگ گذرے ہیں ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے انہوں نے اپنے ایک شاگرد سے پوچھا میاں تمہیں لڈّو کھانا آتا ہے۔ اس نے کہا یہ کونسی مشکل بات ہے۔ لڈّو اُٹھایا اور منہ میں ڈال لیا۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں یہ کھانے کا طریق نہیں، کسی دن لڈّو آئے تو تمہیں بتائیں گے کس طرح کھانا چاہئے۔ ایک دن کسی نے لڈّو لاکر پیش کئے تو انہوں نے شاگرد کو بلا کر پاس بٹھالیا اور ایک لڈّو اٹھا کر رومال پر رکھ لیا۔ اس سے ایک تھوڑا سا ٹکڑا توڑا اور کہنا شروع کیا۔ میاں غلام علی (یہ ان کے شاگرد کا نام تھا) تمہیں پتہ ہے اس لڈّو کی تیاری کیلئے خدا تعالیٰ نے کتنے سامان پیدا کئے۔ اس میں گھی پڑا، میٹھا پڑا، میدا پڑا اور کتنی چیزیں پڑیں۔ پھر ان چیزوں کی تیاری میں کتنے سامان کئے گئے اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھائے۔ آگے ان کی تشریح کرنی شروع کر دی۔ ساتھ ساتھ ہر بات پر محویت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے جاتے تھے۔ اس میں ظہر سے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور اٹھ کر نماز پڑھنے چلے گئے۔

غرض کوئی چیز دنیا کی ایسی نہیں جو خود بخود بغیر کسی دوسری چیز کے سہارے کے قائم ہو۔ ہر ایک کا ایک سلسلہ چلتا ہے۔ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے بیسیوں سامان پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ اگر بچہ پیدا کرنے والا کوئی اور خدا ہو اور اس کی ضروریات پیدا کرنے والا کوئی اور تو پھر بچہ کے لئے اس کی ضروریات کا کس طرح انتظام ہوتا۔ بچہ کی پیدائش سے بھی پہلے اس کی ضروریات کا انتظام موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی خدا ہے جو بچہ کو پیدا کرنے والا اور اس کے لئے انتظام کرنے والا ہے۔ اسی طرح سب جگہ ایک ہی انتظام اور ایک ہی قانون جاری ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور بھی بیسیوں دلائل ہیں۔ لیکن انہیں میں اس وقت چھوڑتا ہوں۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ نے توحید کی اشاعت کے لئے کیا کیا۔ اس کے لئے بھی صرف ایک بات پیش کرتا ہوں۔ آپ سے لوگوں کی ساری دشمنی توحید ہی کے پھیلانے کی وجہ سے تھی۔ ایک دفعہ کفار نے آپ کو کہلا بھیجا اگر مال چاہتے ہو تو ہم تمہیں مال جمع کر دیتے ہیں، اگر حکومت چاہتے ہو تو تمہیں اپنا حاکم ماننے کے لئے تیار ہیں، اگر خوبصورت عورت چاہتے ہو تو سارے عرب میں سے خوبصورت عورت پیش کرنے کے لئے تیار ہیں، اور اگر دماغ خراب ہو گیا ہے تو اس کا علاج کرنے کے لئے بھی تیار ہیں، مگر تم ہمارے بتوں کے

خلاف کچھ نہ کہو۔ جب یہ پیغام ایک رئیس نے آپ کو پہنچایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ میری بے نفس خدمت کی ان لوگوں نے کیا قیمت ڈالی ہے۔ اور جواب میں فرمایا اگر سورج کو میرے دائیں رکھ دو اور چاند کو بائیں اور کہو توحید چھوڑ دوں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ پیغام لانے والا آپ کا بڑا سخت دشمن تھا۔ مگر آپ کا جواب سن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا میں نے جو باتیں اس کے منہ سے سنی ہیں‘ ان کی وجہ سے کہتا ہوں اس کی مخالفت چھوڑ دو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

غرض آپ کو دشمنوں کی طرف سے تمام تکلیفیں توحید کی اشاعت کی وجہ سے دی گئیں۔ آپ کو مارا جاتا‘ کتے اور لڑکے آپ کے پیچھے ڈالے جاتے۔ ایک دفعہ آپ طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے اس قدر مارا کہ آپ سر سے لے کر پاؤں تک لہولہان ہو گئے۔ آپ تکلیف کی وجہ سے گر پڑتے لیکن جب اٹھتے تو وہ لوگ پھر آپ پر پتھر پھینکتے۔ ایسی حالت میں بھی آپ کے منہ سے یہی نکلتا خدایا ان لوگوں کو معاف کر دے کہ یہ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان تمام حالات میں سے گذرتے ہوئے آپ نے توحید کی تبلیغ کو نہیں چھوڑا اور یہی کہتے رہے کہ خواہ یہ کچھ کریں میں توحید کی تبلیغ نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اس وقت بھی یہی کہتے فوت ہوئے۔ میرے بعد شرک نہ کرنا اور میں تو سمجھتا ہوں رسول کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت بھی خدا تعالیٰ نے اپنی توحید کا ثبوت آپ کے والد کو قبل از ولادت اور والدہ کو جلد بعد از ولادت فوت کر کے دیا۔ آپ کی بے کسی کی ابتداء اور شاندار انجام خود خدا تعالیٰ کی توحید کا بڑا ثبوت تھا۔

اب میں مضمون کا دوسرا حصہ بیان کرتا ہوں جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسری قوموں سے کیا سلوک کیا اور ان کے متعلق کیا تعلیم دی۔ رسول کریم ﷺ نے نہایت واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے۔ کہ کسی کی خوبی کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی کہ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ہیں جن کا انکار کرنا ظلم ہے۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے **وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔** [۱] فرمایا کیسے ظلم کی بات ہے‘ عیسائی کہتے ہیں یہودیوں میں کوئی خوبی نہیں اور یہودی کہتے ہیں عیسائیوں میں کوئی خوبی نہیں‘ حالانکہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھنے والے ہیں۔ کیا اس میں کوئی بھی خوبی نہیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ دوسروں کی

خوبی کو تسلیم کرنا چاہئے۔ جو شخص کہتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں کوئی خوبی نہیں' وہ غلطی کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ ایسی اعلیٰ تعلیم دی ہے کہ اس کے ذریعہ تمام اقوام کے دل رکھ لئے ہیں۔ کسی کے مذہب کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں کوئی بھی خوبی نہیں اس مذہب کے پیروؤں کے لئے بہت تکلیف دہ بات ہے۔ اس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے یہ اصل پیش کیا ہے کہ ہر قوم کی خوبی تسلیم کرو۔ اس طرح آپ نے تمام قوموں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

دوم:۔ آپ نے فرمایا کسی مذہب کے افراد کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ اپنے مذہب کو فریب سے مانتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ پہلے مذاہب بگڑ چکے ہیں تاہم ان کے ماننے والوں میں سے اکثر انہیں دل سے سچا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں بعض یہود اور نصاریٰ کی تعریف آئی ہے۔ یہودیوں کے متعلق آتا ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر انہیں پہاڑ کے برابر بھی سونا دے دو تو وہ اس میں خیانت نہ کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ یہودیوں میں ایسے لوگ تھے جو اپنے مذہب کو سچا سمجھ کر مانتے تھے۔ آج کل مسلمانوں میں بھی یہ نقص پیدا ہو گیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے ان کو نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ ہندوؤں' عیسائیوں' یہودیوں میں سے ۹۹ فی صدی ایسے ہیں جو اپنے مذہب کو سچا سمجھ کر مانتے ہیں۔

اسی طرح عیسائیوں کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ ان میں ایسے لوگ ہیں جو خدا کا ذکر سن کر رونے لگ جاتے ہیں' خشیت سے ان کے دل بھر جاتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ اپنے مذہب کو فریب سے ماننے والے ہو سکتے ہیں۔ یہ تعلیم دے کر رسول کریم ﷺ نے دیگر مذاہب کے لوگوں کے احساسات کا ادب اور احترام کرنا سکھایا ہے۔

تیسری تعلیم رسول کریم ﷺ نے یہ دی ہے کہ آپ نے حکم دیا سب قوموں کے متعلق تسلیم کرو کہ ان میں انبیاء آئے۔ اس بات پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ کہ سب اقوام میں نبی آئے۔

اس طرح آپ نے اِنٹرنیشنل لاء (INTERNATIONAL LAW) کو مذہب میں جاری کر دیا۔ گزشتہ جنگ کے دوران میں روس کی حکومت میں تبدیلی ہو گئی جس پر باقی حکومتیں اس حکومت کو تسلیم نہیں کرتیں۔ روسی اس کے لئے منتیں کرتے ہیں مگر ان کی شنوائی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہیں گے دوسری حکومتوں کے تسلیم کر لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے کہ

روسی اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے اس میں بہت بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ جس حکومت کو دوسری حکومتیں تسلیم کرلیں' اسے بین الاقوامی قانون کے فوائد حاصل ہونے لگ جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے تمام مذاہب کے حقوق کو تسلیم کیا اور یہ قرار دیا کہ سب مذاہب خدا کی طرف سے ہیں۔ ان مذاہب کی غلط باتوں سے اختلاف بھی کیا' ان کا مقابلہ بھی کیا مگر ان کے ماننے والوں کے احساسات کا احترام کیا اور ان کے حقوق قائم کئے۔ یہ بہت بڑا حق تھا جو رسول کریم ﷺ نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو دیا۔

چوتھی تعلیم آپ نے یہ دی کہ جب کسی قسم کی بحث ہو تو گالیوں پر نہ اُتر آؤ۔ چنانچہ آتا ہے لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ [۷] جب دوسری قوموں سے جھگڑا ہو تو وہ ہستیاں جنہیں تم نہیں مانتے' خواہ انہیں خدا کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہو۔ انہیں تم برا نہ کہو' ورنہ وہ بھی اس خدا کو گالیاں دیں گے جسے تم مانتے ہو۔ اس طرح رسول کریم ﷺ نے سخت کلامی سے روکا ہے۔

پانچویں بات آپ نے یہ فرمائی کہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ رسول کریم ﷺ سے پہلے سمجھا جاتا تھا جس قوم سے مذہبی اختلاف ہو اس پر حملہ کر کے اس کو تباہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کے خلاف حکم دیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ فرمایا۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا [۸] تم جنگ کر سکتے ہو۔ مگر انہی سے جو تم پر حملہ آور ہوں۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کبھی کسی پر حملہ نہ کرنا۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو حُریّت ضمیر عطا کی کہ خواہ کسی کا کوئی مذہب ہو' اس وجہ سے کسی کو حق نہیں کہ اسے مارے یا نقصان پہنچائے۔

چھٹا سلوک آپ نے یہ کیا کہ تمام دنیا کے لئے ہدایت کا رستہ کھول دیا۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ ہدایت صرف ہماری قوم کے لئے ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے سب کے لئے ہدایت کا دروازہ کھول دیا اور اپنی قوم اور دوسری قوموں میں کوئی فرق نہیں رکھا چنانچہ فرمایا۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ [۹] میں دنیا کی سب اقوام کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں' سب کو ہدایت کا رستہ دکھا سکتا ہوں۔

ساتواں حق غیر مسلم اقوام کا یہ قرار دیا کہ فرمایا عہد وہی قائم نہیں رکھنا چاہئے جو اپنی قوم کے اندر ہوا ہو بلکہ خواہ کسی قوم سے عہد ہو' اسے قائم رکھنا چاہئے۔ لوگوں کو یہ بہت بڑی غلطی لگی ہوتی ہے اور اس غلطی میں وہ مسلمان بھی مبتلا ہو گئے ہیں جو قرآن کریم پر تدبّر نہیں کرتے کہ غیروں سے جو عہد ہو' اسے توڑ دینا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اس کے خلاف حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ **وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ**[1] کہ اگر کوئی قوم عہد توڑ دے تو اسے بتا دینا چاہئے کہ تم نے عہد توڑ دیا ہے' اب ہم پر بھی عہد کی پابندی نہیں' یونہی اس پر حملہ نہیں کر دینا چاہئے۔ چنانچہ ابو سفیان جب مکہ سے آیا اور آکر اس نے کہا اب میں نئے سرے سے عہد کرتا ہوں' تو اس موقع پر اگر رسول کریم ﷺ خاموش رہتے تو اچانک حملہ کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ ابو سفیان تم نے یہ اعلان کیا ہے' میں نے نہیں کیا اور اس طرح بتا دیا کہ ہم حملہ کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں آج کل کیا ہوتا ہے' یہ کہ جب کسی پر حملہ کرنا ہوتا ہے تو اس قسم کے اعلان کئے جاتے ہیں کہ فلاں حکومت سے ہمارے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ پیچھے اٹلی نے جب ترکی پر حملہ کیا تو اس حملہ سے تین دن قبل یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ترکی کے ساتھ ہمارے آج کل ایسے اچھے تعلقات ہیں جیسے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ اس لئے تھا تا کہ ترکی بالکل غافل رہے۔ مگر ابو سفیان نے جب اعلان کیا اس وقت رسول کریم ﷺ خاموش رہتے تو آپ پر کوئی ذمہ واری عائد نہ ہوتی تھی۔ مگر آپ خاموش نہ رہے اور فرما دیا یہ تمہارا اعلان ہے' ہمارا نہیں۔ اس طرح ان کو بتا دیا کہ ہم حملہ کریں گے۔

آٹھویں آپ نے یہ تعلیم دی کہ مسلم اور غیر مسلم کے تمدنی حقوق ایک قرار دیئے۔ یہ بات صرف رسول کریم ﷺ نے قائم کی جو آپ سے پہلے نہ تھی۔ یہودیوں کو یہ حکم تھا کہ تم اپنے بھائیوں یعنی یہودیوں سے سود نہ لو' دوسروں سے لے لیا کرو۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا سود نہ یہودیوں سے لو نہ عیسائیوں سے نہ مسلمانوں سے' غرض کسی سے بھی سود نہ لو۔ سب سے ایک سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح رسول کریم ﷺ نے تمدنی سلوک کے بارے میں مسلم اور غیر مسلم کو ایک قرار دیا۔

نویں تعلیم یہ دی کہ غلاموں کی آزادی میں بھی مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں رکھا۔ کہا جائے گا قرآن میں مسلمان غلام آزاد کرنے کا حکم آتا ہے۔ مگر یہ حکم اسی موقع کے لئے ہے

جہاں مسلمانوں کو نقصان اور صدمہ پہنچا ہو' ورنہ عام طور پر سب غلاموں کی آزادی کا آپ نے حکم دیا۔ جنگ حنین کے موقع پر سینکڑوں غلام جو پکڑے آئے' باوجود اس کے کہ وہ دشمن تھے انہیں آپ نے آزاد کر دیا۔

دسویں تعلیم غیر مسلموں کے متعلق آپ نے یہ دی کہ جہاں اسلامی حکومت ہو' وہاں مسلمانوں پر زیادہ بوجھ رکھا جائے اور دوسروں پر کم۔ (۱) مسلمان لڑائی میں شامل ہوں۔ (۲) عُشر یعنی دسواں حصہ پیداوار کا دیں۔ (۳) زکوٰۃ دیں۔ یعنی جمع مال کا حصہ دیں۔ یہ خدمات مسلمانوں کے لئے رکھی گئیں اور غیر مسلموں کے لئے اڑھائی روپیہ کے قریب فی کس ٹیکس رکھا جو مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اور پھر اسی وجہ سے مسلمانوں پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری رکھی گئی ہے۔ آج کل یورپ میں دس دس روپیہ فی کس ٹیکس لگا ہوا ہے اور بعض ممالک میں اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے زیادہ ٹیکس رکھا اور جنگی خدمات بھی ان کا فرض قرار دیا۔ لیکن دوسروں کے لئے ٹیکس بھی کم رکھا اور جنگی خدمات سے بھی آزاد کر دیا۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ نے غیر مذاہب کے انسانوں کے متعلق اپنا عمل کیا رکھا۔ اس کے لئے دو تین مثالیں پیش کرتا ہوں کیونکہ وقت تنگ ہو رہا ہے۔

پہلی مثال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے غیر قوم کے نیک انسانوں کا عملاً احترام کیا۔ لکھا ہے طی قوم سے جب جنگ ہوئی تو کچھ مشرک بطور قیدی پکڑے آئے۔ ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے رسول کریم ﷺ سے کہا آپ جانتے ہیں میں کس کی بیٹی ہوں۔ آپ نے فرمایا کس کی بیٹی ہو؟ اس نے کہا میں اس شخص کی بیٹی ہوں جو مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آیا کرتا تھا۔ یعنی حاتم کی۔ وہ مسلمان نہ تھا لیکن چونکہ لوگوں سے اچھا سلوک کرتا تھا' اس لئے اس کی وجہ سے اس کی بیٹی کو رسول کریم ﷺ نے آزاد کر دیا۔ اس کا بھائی گرفتاری کے خوف سے بھاگا پھرتا تھا۔ آپ نے اُسی وقت اُسے روپیہ اور سواری دے کر کہا جا کر بھائی کو لے آؤ۔ وہ گئی اور اُسے لے آئی۔ اس پر اس سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عملی طور پر غیر مذاہب کے لوگوں کی خوبیوں کا اعتراف کیا اور اس وجہ سے اچھا سلوک کیا۔

دوسری مثال نصاریٰ نجران کا واقعہ پیش کرتا ہوں۔ نجران کے نصاریٰ رسول کریم ﷺ سے بحث کے لئے آئے۔ انہوں نے ایسے رنگ میں بحث کی کہ تاریخوں میں آتا ہے بے ادبی سے گفتگو کرتے رہے۔ جب گفتگو کرتے کرتے اٹھ کر اس لئے جانے لگے کہ ان کی نماز کا وقت آگیا تھا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہیں نماز ادا کرلو۔ چنانچہ انہوں نے مسجد میں ہی اپنی صلیبیں نکالیں اور انہیں سامنے رکھ کر عبادت کرلی۔[11]

آج دیکھو کس طرح مسجدوں اور مندروں کے متعلق لڑائیاں ہوتی ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے عیسائیوں سے کہا کہ مسجد میں اپنے طریق سے عبادت کرلو۔ رسول کریم ﷺ کے اسی اسوہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے اعلان کیا تھا کہ لنڈن کی مسجد میں دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی آزادی کے ساتھ آنے کی اجازت ہے مگر بعض مسلمانوں نے اس بات کو پیش کرکے کہا یہ مسجد نہیں دھرمسالہ ہے۔

غرض یہ عملی سلوک ہے غیر اقوام سے رسول کریم ﷺ کا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ لوگوں کی جانیں لینے کے لئے اور ان پر ظلم کرنے کے لئے آئے تھے۔ جو جانیں لینے کے لئے آیا کرتا ہے کیا وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی مسجد میں صلیبیں پوجنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ اور مسجد بھی وہ جس کے متعلق آپ نے اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ[12] فرمایا اور جس میں نماز پڑھنے پر دیگر مساجد کی نسبت بہت زیادہ ثواب رکھا گیا ہے۔ اس مسجد میں خدا تعالیٰ کے نبی کی موجودگی میں اور اس نبی کی موجودگی میں جو خدا تعالیٰ کی توحید قائم کرنے کے لئے آیا۔ نصاریٰ صلیبیں رکھ کر عبادت کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کیا حرج ہے بے شک کر لو۔ آج بڑے بڑے حوصلہ والوں کی بھی اتنی جرأت نہیں کہ اپنی عبادت گاہوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کو عبادت کرنے دیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ آپ ہمسائیوں سے خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتے اور اس کے متعلق اتنا زور دیتے کہ صحابہ ہر وقت اس کی پابندی یاد رکھتے۔ لکھا ہے کہ ابن عباس ایک دفعہ گھر میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہیں سے ان کے ہاں گوشت آیا ہے۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا اپنے ہمسائے یہودی کو گوشت بھیجا ہے یا نہیں۔ آپ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ گھر والوں نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے جبرائیل نے اتنی دفعہ ہمسایہ کے حق کی تاکید کی کہ میں

نے سمجھا اسے وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔

یہ عملی سلوک تھا رسول کریم ﷺ کا جو آپ نے غیر مذاہب کے لوگوں سے روا رکھا۔ آپ لوگوں کے احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہا موسیٰ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اسے طمانچہ مار دیا۔ جب یہ معاملہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے حضرت ابو بکر جیسے انسان کو زجر کی۔ غور کرو مسلمانوں کی حکومت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کو ایک یہودی فضیلت دیتا ہے اور ایسے طرز سے کلام کرتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جیسے نرم دل انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے اور وہ اسے طمانچہ مار بیٹھتا ہے مگر رسول کریم ﷺ اسے ڈانٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کیوں تم نے ایسا کیا۔ اسے حق ہے جو چاہے عقیدہ رکھے۔

چوتھی مثال فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کی اور اس نے گوشت میں زہر ملا دیا۔ جب آپ کے سامنے رکھا گیا تو ایک صحابی بُشر نے اس میں سے کھا لیا۔ مگر آپ کو الہاماً معلوم ہو گیا۔ اس لئے آپ نے لُقمہ اٹھا کر پھر رکھ دیا۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کھانے میں تو زہر ہے۔ اس نے کہا آپ کو کس نے بتلا دیا۔ آپ نے ایک ہڈی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے۔ یہودن نے کہا میں نے اس لئے زہر ملایا تھا کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں تو آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ اگر جھوٹے ہیں تو دنیا کو آپ کے وجود سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ حالانکہ وہ صحابی بُشر فوت ہو گئے۔ آپ کی خاطر اپنی جان قربان کرنے والا صحابی فوت ہو گیا مگر آپ نے عورت ہونے کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس نے آپ کی اور آپ کے مخلص صحابہ کی جان لینے کی کوشش کی تھی اور اس طرح اسلام کو بیخ و بُن سے اُکھیڑنا چاہا تھا۔ یہ کتنا بڑا سلوک تھا۔

پانچویں مثال جب آپ جنگ کے لئے جاتے تو حکم دیتے کسی قوم کی عبادت گاہیں نہ گرائی جائیں۔ ان کے مذہبی پیشواؤں کو نہ مارا جائے۔ عورتوں پر اور بوڑھوں، بچوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ سے پہلے یہ رواج تھا کہ پادریوں اور صوفیوں کو مار ڈالا جاتا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے روک دیا۔ اگر آپ دیگر مذاہب کے ایسے دشمن ہوتے جیسے مخالفین آپ کو قرار دیتے ہیں تو کیا آپ یہ حکم دیتے کہ ان مذاہب کے راہ نماؤں کو

چھوڑ دیا جائے۔ آپ تو یہ کہتے کہ سب سے پہلے ان کو مارا جائے۔ مگر آپ نے فرمایا جو تلوار لے کر حملہ کرتا ہے اسے مارو۔ لیکن جو لوگ مذہبی کاموں میں لگے ہوئے ہوں' ان کو نہ مارو۔

چھٹی مثال دنیا میں طریق ہے کہ جن لوگوں سے جنگ ہوئی ہے' ان کے احساسات کا خیال نہیں رکھا جاتا اور مفتوح اقوام کو ہر طرح دبانے اور ان کے جذبات کچلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انگریزی حکومت بڑی مہذب کہلاتی ہے مگر آج تک لاہور میں لارنس کا مجسّمہ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑا ہے۔ جس کے نیچے ہندوستانیوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔

قلم کی حکومت چاہتے ہو یا تلوار کی

ہر ہندوستانی سمجھتا ہے اس میں اہل ہند کی ہتک کی گئی ہے اور انہیں کہا گیا ہے اگر تم قلم کی حکومت نہ مانو گے تو تلوار کے زور سے تم پر حکومت کی جائے گی۔ ہندوستانیوں نے اس مجسّمہ کے ہٹائے جانے کے لئے بڑا زور بھی لگایا۔ مگر گورنمنٹ نے نہیں مانا۔ رسول کریم ﷺ کی شان دیکھئے مکہ والوں نے آپ پر کس قدر ظلم کئے تھے۔ متواتر ۱۳ سال مکہ والے آپ اور آپ کے ساتھیوں پر مظالم کرتے رہے۔ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار کر ہلاک کیا گیا۔ رسیوں سے باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ بھٹیوں سے کوئلے نکال کر ان پر مسلمانوں کو لِٹایا گیا۔ پتھریلی زمین پر گھسیٹا گیا۔ بعض مردوں اور عورتوں کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ اور یہاں تک ظلم کئے گئے کہ آخر رسول کریم ﷺ کو اپنا پیارا وطن چھوڑنا پڑا۔ وہاں بھی ان لوگوں نے آپ کو چین نہ لینے دیا۔ وہاں کے لوگوں کو آپ کے خلاف اکسایا۔ قیصر اور کسریٰ کی حکومتوں کو اشتعال دلایا۔ مگر جب ایسی قوم کے خلاف آپ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ چڑھائی کر کے جاتے ہیں تو ابو سفیان آ جاتا ہے اس وقت مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے اہلِ مکہ کے سارے مظالم ایک ایک کر کے آ رہے ہیں۔ ان کا خون جوش سے ابل رہا اور وہ سمجھ رہے ہیں آج ہم اپنے بھائیوں کے خون کے ایک ایک قطرہ کا بدلہ لیں گے۔ اس وقت فوج کے ایک حصہ کا کمانڈر کہتا ہے آج مکہ والوں کی خیر نہیں' ہم ان کے ظلموں کا ان سے بدلہ لیں گے۔ اس پر ابو سفیان آگے بڑھ کر شکایت کرتا ہے کہ اس شخص نے ہمارا دل دُکھایا ہے (کس کا؟ شدید دشمن' بالمقابل لشکر کے کمانڈر کا) رسول کریم ﷺ نے اس پر اس شخص کو بلوایا اور فرمایا آپ کو معزول کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے کفار مکہ کے احساسات کا خیال نہیں

رکھا۔

دیکھو ابھی معلوم نہیں کہ مکہ والے کیا رویہ اختیار کریں گے' لڑائی کا کیا نتیجہ رونما ہو گا۔ مگر مکہ والوں کے ایک سردار کے یہ کہنے پر کہ فلاں افسر نے ہمارا دل دکھایا ہے' ایک کمانڈر کو معزول کر دیا جاتا ہے۔ کیا دنیا کی تمام جنگوں کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال دکھائی جا سکتی ہے۔ کمانڈر چھوڑ نائیک (NIKE) اور لانس نائیک (LANCE NIKE) کی مثال بھی نہیں دکھائی جا سکتی کہ اسے اس لئے سزا دی گئی ہو کہ اس نے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر کہا ہو آج ہم دشمن کی خوب خبرلیں گے اور اسے پوری پوری شکست دیں گے۔

اب میں اپنی تقریر ایک واقعہ کا ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ مخالفوں کی طاقت کو کچلنے کا آخری موقع فتح مکہ تھا۔ مگر دیکھو کس محبت اور پیار کا معاملہ آپ نے ان لوگوں سے کیا۔ مغربی تاریخوں میں ایک مشہور شخص ابراہیم لنکن ہوا ہے۔ اس کے زمانہ میں دو گروہوں میں لڑائی ہو۔ ایک کہتا کہ غلامی قائم رہنی چاہئے مگر دوسرا گروہ اسے ظلم قرار دے کر مٹانا چاہتا۔ ابراہیم لنکن مٹانے والوں میں سے تھا۔ اس کی بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب دوسرے فریق کو شکست ہوئی اور اسے فتح' تو وہ سر نیچے کئے ہوئے گیا۔ کہتے ہیں وہ دعا کر رہا تھا کہ فیصلہ ہو گیا۔ فوجوں نے اسے کہا کہ بینڈ بجاتے ہوئے جانا چاہئے مگر اس نے کہا نہیں اس طرح دوسروں کا دل دکھے گا۔ یہ اس کی خاص خوبی بیان کی جاتی ہے۔ مگر وہ ایسا شخص تھا جسے ان لوگوں نے کوئی ذاتی دکھ نہ دیا تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ پر حملہ آور ہوئے تو ان لوگوں کی غدّاری کی وجہ سے حملہ آور ہوئے تھے۔ اور ان دشمنوں پر حملہ کرنے گئے تھے جنہوں نے قریباً رُبع صدی تک مسلمانوں پر ظلم کئے تھے۔ جنہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بے حد دُکھ دیئے تھے۔ مگر جب مکہ کے قریب پہنچے تو سب کمانڈروں کو جمع کیا اور فرمایا جب تم مکہ میں داخل ہو گے' میں ساتھ نہ ہوں گا' تم نے کسی کو مارنا نہیں۔ اور جب مکہ نظر آیا اور آپ نے مخالفوں کی طرف سے لڑائی کے سامان نہ دیکھے تو سجدہ میں گر گئے۔ کہا گیا ہے کہ لنکن دعا کرتا ہوا گیا تھا۔ مگر اس کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حالت نہ تھی۔ جو دکھ اہل مکہ نے آپ کو دیئے تھے' ان کا لاکھواں حصہ بھی لنکن کو نہ دیا گیا تھا۔ مگر آپ نے قوم کو خونریزی سے بچالیا۔ مسلمانوں کے چار لشکر گئے مگر آپ کسی لشکر کے ساتھ نہ گئے بلکہ اکیلے گئے تاکہ شان نہ ظاہر ہو۔ اور جا کر کعبہ میں نماز پڑھی اور اعلان کر دیا کہ جو شخص گھر میں بیٹھا رہے گا' اسے معاف کیا

جاتا ہے۔ اس کے بعد مکہ کے لوگ آپ کے پاس آئے۔ وہ مسلمان نہیں تھے بلکہ اپنے مذہب پر قائم تھے۔ اور وہ لوگ تھے جنہوں نے ۱۳ سال کے ہر منٹ میں آپ کو مارنے کی کوشش کی تھی۔ اور اس کے بعد سات سال تک دو سو میل دور جاکر آپ کی تباہی کی کوشش کرتے رہے تھے۔ ان سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ تم سے کیا سلوک کیا جائے۔ اگر ان کے جسموں کا قیمہ بھی کر دیا جاتا تو یہ ان کے جُرموں کے مقابلہ میں کافی سزا نہ تھی۔ مگر جب انہوں نے کہا ہم سے وہی سلوک کیا جائے جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا **لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ**[۱۳] جاؤ تمہیں معاف کیا جاتا ہے اور کوئی گرفت نہیں کی جاتی۔ یہ وہ خاتمہ ہے جو اس جنگ کا ہوا جو آپ کے قدیمی دشمنوں اور آپ کے درمیان ہوئی۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا وہ سن لیں، اگر کوئی شخص یہ کہلانے کا مستحق ہے کہ اس نے تلوار کے مقابلہ میں عفو سے کام لیا تو وہ محمد ﷺ ہی ہے۔ اگر عمر بھر کے ظلموں اور دکھوں کو کسی نے بخش دیا تو وہ محمد ﷺ ہی کی ذات تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایسے مقدس وجود پر کوئی اعتراض کرنے کی بجائے اس کے مخالف بھی اس کی تقدیس کریں گے۔

اب آؤ ہم سب مل کر دعا کریں کہ آپس کا تفرقہ دور ہو اور آپس میں ایسی صُلح کریں کہ ایک دوسرے کے حقوق نہ لیں بلکہ بھائی بھائی بن کر اور ایک دوسرے کے حقوق دیتے ہوئے صُلح کریں۔

(الفضل ۵، ۷، ۸۔ دسمبر ۱۹۲۴ء)

---

[۱] فاطر: ۲۵ [۲] النحل: ۳۷ [۳] الاعراف: ۱۵۹

[۴] الاخلاص: ۲ تا ۵ [۵] البقرۃ: ۲۵۶ [۶] البقرۃ: ۱۱۴

[۷] الانعام: ۱۰۹ [۸] البقرۃ: ۱۹۱ [۹] الاعراف: ۱۵۹

[۱۰] الانفال: ۵۹

[۱۱] زرقانی مؤلفہ علامہ محمد عبدالباقی جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ

[۱۲] مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ و مدینۃ

[۱۳] شرح مواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ طبع بار اول مطبع ازھریہ مصر